اصلاحی نشریات

سلسلہ نمبر: ۷۳

معروف علمائے کرام کے اصلاحی وفکری مضامین کی برقی نشریات

علماء کرام کے لیے لمحہ فکریہ!

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مکتب الصفہ اچلپور

MSuffah
+91-8830665690

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یوں تو ہر زمانے کے لوگ ہمیشہ اپنے حال کو ماضی سے بدتر قرار دیتے آئے ہیں اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ لوگوں نے اپنے زمانے کو دینی اور اخلاقی معیار کے لحاظ سے ماضی سے بہتر قرار دیا ہو۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد ہر آنے والا دور پہلے کے مقابلہ میں کچھ پستیاں ہی لے کر آیا ہے۔ لیکن جس دور میں ہم گزر رہے ہیں، اس میں دینی اور اخلاقی زوال کی رفتار اتنی تیز اور ماضی سے ان کے فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شاید تاریخ میں پہلے کبھی ایسا نہ ہوا ہو۔

حدیث میں ہے کہ قیامت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کے سال مہینوں اور مہینے ہفتوں کی رفتار سے گزریں گے۔ آج ہماری نگاہیں اس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کو حرف بہ حرف پورا ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ ایسا معاشرہ زوال کی طرف اس تیزی سے جا رہا ہے کہ سالوں کی مسافت مہینوں اور ہفتوں میں طے ہو جاتی ہے، جس انقلاب کے لیے پہلے صدیاں درکار تھیں اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہو جاتا ہے اور آج کے ماحول کا صرف دس پندرہ سال پہلے کے حالات

سے موازنہ کیجیے تو زندگی کے ہر شعبہ میں کایا ہی پلٹی نظر آتی ہے۔

یہ تیز رفتار دینی و اخلاقی زوال سالہا سال سے ہمارے مقالوں، تقریروں مذاکروں اور نشستوں کا موضوع بنا ہوا ہے۔ بے شمار جماعتیں، انجمنیں اور تنظیمیں اس پر بند باندھنے کا مقصد لے کر اٹھ رہی ہیں۔ لیکن ان ساری کاوشوں کے باوجود نہ صرف یہ کہ زوال میں کمی نہیں آئی بلکہ اس کی رفتار ہر لحظہ بڑھ رہی ہے۔ کسی بھی دیندار گھرانے کے باپ اور بیٹوں کے حالات کا موازنہ کر کے دیکھئے، اندازہ ہو جائے گا کہ صرف ایک نسل کے فرق سے زندگی میں عظیم انقلاب پیدا ہو چکا ہے۔

کرنے کو اس صورت حال کے بہت سے اسباب بیان کیے جا سکتے ہیں اور کیے جاتے رہے ہیں۔ لیکن نظر میں اس کا سیدھا سادھا سبب یہ ہے کہ دین کی دعوت یا مفقود ہو چکی ہے یا غلط طریقہ کار کی وجہ سے بے اثر ہے۔ پچھلے کچھ سالوں میں اپنے نظام تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش ہمارے یہاں نہیں ہوئی۔ جو نئی نسل کو اسلام سے نظری اور عملی طور پر قریب کر سکتی، اس لیے اس نسل کو اسلام سے روشناس کرانے کا مقصد صرف ایک دعوت و تبلیغ کے موثر نظام ہی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس اہم فیصلے کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی اور اس سمت میں جو تھوڑا بہت کام ہوا وہ محدود مختصر اور ناکافی تھا،

دعوت حق کے ضمن میں زبردست خلا نے باطل کے محرکات کے لیے راستہ پوری طرح ہموار کردیا اور نئی نسل اسلام سے بالکلیہ بے بہرہ ہوکررہ گئی۔

اس دوران کئی ادارے اور کئی جماعتیں دعوت وتبلیغ ہی کے مقصد سے سرگرم عمل ہوئیں اور ان میں سے بعض نے بلاشبہ اپنے حلقوں میں گرانقدر خدمات انجام دیں، لیکن اب وہ بھی روبہ زوال معلوم ہوتی ہیں اور ان کا حلقہ اثر روز بروز سکڑتا دکھائی دیتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عام قومی زوال کا اثر خود ہمارے علماء دینی درس گاہوں تبلیغی جماعتوں اور تعلیمی اداروں تک جا پہنچا ہے۔ اب تک دعوت وتبلیغ کا جتنا کام بھی ہوا وہ کچھ ایسی دلکش شخصیتوں کی وجہ سے ہوا جو عمومی اعتبار سے ہمارا بہترین سرمایہ تھیں لیکن اب یہ شخصیتیں اٹھتی جارہی ہیں اور ہر اٹھنے والا اپنے پیچھے اتنا زبردست خال چھوڑ جاتا ہے کہ اس کے پر ہونے کا دور دور امکان نظر نہیں آتا۔ افراد کی تیاری بند ہوچکی ہے۔ درسگاہیں بانجھ ہوتی جارہی ہیں اور دعوت دینے کا صحیح جذبہ اور سلیقہ رکھنے والے مفقود ہورہے ہیں۔

ان حالات میں نئی تبلیغی جماعتیں بنانے سے ہماری اصل ضرورت یہ ہے کہ دعوت دین کے موجودہ مراکز اپنے اپنے حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لے کر ان

اسباب کا کھوج لگائیں جن کی وجہ سے ان کا کام محدود سے محدود تر ہوتا جا رہا ہے۔

ہماری نظر میں یہ وقت نئی جماعتیں بنانے کا نہیں، اس لیے کہ بحالت موجودہ ہر نئی جماعت کا قیام افتراق کا ایک نیا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس کے بجائے اس وقت جتنے دینی مدارس، جتنی موثر شخصیتیں اور جتنی تبلیغی جماعتیں دین کی کوئی خدمت انجام دے رہی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس کا کام اس ہمہ گیر زوال سے کس حد تک متاثر ہوا ہے اور اسے کس طرح مزید موثر اور زیادہ تیز رفتار بنایا جا سکتا ہے؟

ہمارا تعلق چونکہ دینی درسگاہوں سے ہے اس لیے ہم آج اس تغیر کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جو ان درسگاہوں کے نظام میں واقع ہوا ہے اور جس کی وجہ سے علم ودین کے میدان میں موثر شخصیتوں کی تیاری تقریباً بند ہو گئی ہے۔

علوم دینی کی تدریس درحقیقت دعوت دین کا ایک اہم شعبہ ہے اور اسی کے ذریعہ ایسی شخصیات ابھر سکتی ہیں جنہیں صحیح معنی میں دین کا داعی کہا جا سکے۔ اس لیے ایک مدت تک علماء کا یہ خیال رہا ہے کہ تعلیم دین پر اجرت کا لین دین جائز نہیں لیکن جب متاخرین نے یہ دیکھا کہ دین کی تدریس و تعلیم ایسا کام ہے کہ اسے خاطر خواہ طریقے سے انجام دینے کے لیے پورا وقت وقف کرنا ضروری ہے اس لیے

جب تک ایسے طبقے کا معاش بھی اسی تعلیم وتدریس کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے گا، اسلامی علوم کی کما حقہ حفاظت ممکن نہیں تو آخر زمانے کے علماء نے یہ فتوی دے دیا کہ جو شخص اپنے تمام اوقات اس کام میں صرف کرتا ہو اور اسے اس کی وجہ سے دوسرے مسائل معاش سے استفادہ کا موقع نہ ملتا ہو وہ اپنے اوقات کا معاوضہ لے سکتا ہے۔

اس کے نتیجے میں منظم دینی درسگاہیں وجود میں آئیں اور ملت کے ایک بڑے طبقے نے تحصیل معاش کی طرف سے بے فکر ہو کر اپنی ساری توانائیاں اس کام میں صرف کردیں۔ لیکن یہ بات اس راہ کا ہر مسافر جانتا تھا کہ اس راستے میں معاش ایک ضرورت ہے، مقصد نہیں۔ اس کا اصل مقصد دین کی خدمت، افراد کی تعلیم و تربیت اور اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت ہی تھی۔ فکر و عمل کی ساری توانائیاں اسی کے لیے وقف تھیں، دل میں اس مقصد کی لگن اور اس کا جذبہ جاری وساری تھا اور دنیا کی کوئی مزید لالچ اسے اپنے اصل مقصد سے دور نہیں کرسکتی تھی۔

جن لوگوں نے اس طرح دینی مدارس قائم کیے یا ان میں تدریس کی خدمات انجام دیں ان کے نزدیک تنخواہ، معاشی ترقی اور دنیوی منافع کے مسائل بالکل ثانوی حیثیت رکھتے تھے، ان کی اصل وجہ اس طرف تھی کہ وہ سراپا تبلیغ ودعوت بن

کر اپنے ہر قول و فعل سے اپنے زیر تربیت افراد کو مثالی مسلمان بنائیں۔انہیں علم صحیح کی دولت سے ملا مال کریں، ان کے اعمال و اخلاق سنواریں، ان میں ایک داعی دین کی روح پھونکیں اور ان کے سینوں میں

اللہ کے لیے جینے اور مرنے کا جذبہ بے تاب کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔

یہ درسگاہیں در حقیقت صرف کتابی تعلیم گاہیں نہیں تھیں بلکہ عملی اور اخلاقی تربیت کی خانقاہیں بھی تھیں۔دار العلوم دیو بند کو اللہ نے جو غیر معمولی امتیاز بخشا اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ ایک رسمی درسگاہ نہیں تھی جس میں طلباء کو پڑھایا جاتا ہو۔ اس کے بجائے وہ ایک ایسی تربیت گاہ تھی جس میں مسلمان داعی تیار کیے جاتے تھے۔عملے کا ہر فرد اسی مقصد کی لگن سے سرشار تھا اور اسی لگن نے ایسی شخصیتیں پیدا کر دیں جنہوں نے برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا۔

لیکن رفتہ رفتہ ان درسگاہوں سے اصل مقصد کی وہ لگن کم ہوتی چلی گئی۔ ترجیحات کی ترتیب الٹ گئی اور جذبہ کمزور پڑ گیا۔استاد اور شاگرد کے درمیان ایک خشک، کھردرا اور رسمی تعلق باقی رہ گیا۔اعمال و اخلاق کی ترتیب کی فہرست سے خارج ہوگئی، یہاں تک کہ تعلیم و تعلم محض ایک رسم بن کر رہ گیا۔جس کے اصل مقاصد سے استاد اور شاگرد دونوں غافل ہیں۔

چند گرانقدر مستثنیات کو چھوڑ کر اس وقت ہماری کیفیت یہ ہے کہ دین کی تعلیم تدریس ہمارے نزدیک دوسرے پیشوں کی طرح ایک پیشہ بن چکی ہے جس کا اصل مقصد حصول معاش ہے اور ثانوی مقصد خدمت خلق ہے۔ایک معین وقت میں درسگاہ پہنچتا ہے اور گھنٹے بھر کی ڈیوٹی ادا کر کے چلا آتا ہے۔طلباء کس حال میں ہیں ان کی قابلیت کیوں کمزور ہورہی ہے؟ ان کے اخلاق کیوں خراب ہورہے ہیں؟ان کی اصلاح کی کیا صورت ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن پر سوچنا استاد کے فرائض سے غافل ہو چکا ہے۔

جب استاد کو طلبہ کی تعلیمی استعداد ہی کی کوئی فکر نہیں ہے تو وہ ان کے اعمال واخلاق کی طرف توجہ کیوں دے گا؟ رہا انہیں دعوت دین کی تربیت دینا اور ان میں دین کے لیے قربانی کا جذبہ ابھارنا، سو یہ تو بہت دور کی چیز ہے۔اس پہلو پر تو سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ان حالات میں جو لوگ ہمارے ہاتھوں قوم کے رہنما بنے کے لیے تیار ہوں گے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان میں دینی راہنمائی کی کتنی صالحیت ہوگی؟ وہ کیسی دعوت اور کیسی تبلیغ کر سکیں گے؟اور ان کی دعوت وتبلیغ کس حد تک موثر ہو سکے گی؟

اسلام کبھی رسمی جماعتوں اور انجمنوں سے نہیں پھیلا ہے، وہ زیادہ تر افراد

کے کردار وعمل سے پھیال ہے۔ اگر ہمارے یہاں افراد تیار نہیں ہورہے، اگر ہماری درسگاہیں بانجھ ہورہی ہیں اوران میں شخصیتوں کی تعمیر کا کام بند ہو چکا ہے تو آپ ہزار جماعتیں بنا لیجیے۔ الکھ کتابیں لکھ ڈالیے، آپ کی دعوت وتبلیغ کبھی موثر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس وقت کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے تعلیم و تربیت کے نظام پر نظر ثانی کرکے اس کے جسم مردہ میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کریں۔

آج کل دینی مدارس کے نصاب میں ترمیم کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں اور کوئی شک نہیں کہ بحالت دور نصاب بھی ضروری ترمیم واضاف کا متقاضی ہو چکا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں اس سے کہیں زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی مدارس کے ماحول میں اس جذبے کو دوبارہ پیدا کیا جائے جس کے تحت یہ درسگاہیں قائم ہوئی تھیں اور جو اب مرور ایام سے سرد پڑ چکا ہے۔ بنیادی ضرورت اس کی ہے کہ ہم میں اپنے مقصد زندگی پر مرمٹنے والی لگن پیدا ہو، ہم تعلیم و تدریس کے فرائض پیشے کے طور پر نہیں، زندگی کے عزیز ترین مشن کے طور پر انجام دیں اور اپنے فکر وعمل کی تمام طاقتیں اس کام میں صرف کریں کہ زیر تعلیم وتربیت افراد صحیح اور سچا مسلمان، عالم دین اور داعی ومبلغ بن سکیں، اگر یہ نہیں ہوتا تو بہتر سے بہتر

نصاب بھی حالات میں خوشگوار تبدیلی نہیں لا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو جماعت اپنے آپ کو علم دین کے لیے وقف کرے، ان کا نہ صرف پڑھنا پڑھانا یا سمجھنا سمجھانا جائز ہی نہیں بلکہ قرآنی ارشاد کے مطابق اس کی پوری زندگی کے صرف یہی مقصد ہیں یہی ان درسگاہوں کا مکمل نصاب ہے جس کو قرآن کریم نے دو لفظوں میں بیان فرمایا۔

لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم

جس کا حاصل دو چیزیں ہیں۔ اول دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا جس میں صرف کتابوں کا سمجھ لینا کافی نہیں، بلکہ اس کے مقتضیٰ پر عمل اور اپنے اعمال واخلاق میں دینی رنگ بھرنا بھی شامل ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تفقه فی الدین کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ دوسرے قوم کو مشفقانہ انداز میں دعوت تبلیغ کے ذریعہ ان کو علم صحیح اور عمل مستقیم کی ہدایت دینا اور اس کے اعمال واخلاق کی اصلاح کرنا۔

مگر افسوس ہے کہ عرصہ دراز سے ہماری درسگاہیں ان قرآنی مقاصد کو بھلا بیٹھی ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔

درسگاہوں کی فضا میں یہ تجدیدی انقلاب لانے کے لیے طریق کار کیا ہو؟ ہمارا

یہ منصب نہیں ہے کہ اس سلسلے میں لگی بندھی تجاویز پیش کرسکیں۔ یہ کام اکابر ملت اور ارباب فکر کا ہے۔ ہاں اتنا ہم ضرور سمجھتے ہیں کہ اس کام کے لیے اصل چیز لگے بندھے ضابطوں سے زیادہ مدارس کے ذمہ داروں کی توجہ اور لگن ہے۔ اگر دینی درسگاہوں کے ارباب بست وکشاد اپنے اپنے حالات کا جائزہ لیں اور اندازہ لگائیں کہ ہم اپنے اصل مقاصد سے کتنی دور نکل آئے ہیں تو مقصد کی طرف لوٹنے کا جذبہ طریق کار خود بخود دکھائے گا۔

ان گذارشات سے ہمارا منشا صرف اتنا ہے کہ ہمیں بلاتاخیر اس صورت حال پر سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہیے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ابھی تک ہم میں کچھ ایسی برگزیدہ ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے دین کے لیے اخلاص وایثار کے ماحول میں آنکھ کھولی اور جن کی پاکیزہ زندگیاں مجسم تبلیغ ودعوت ثابت ہوئیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہی کے جذب دروں نے ابھی تک بہت سے طوفانوں کو روک رکھا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان ہستیوں کی موجودگی میں اس موضوع پر پوری اہمیت کے ساتھ غور کیا جائے اور ان حضرات کی راہنمائی سے فائدہ اٹھا کر اپنے تعلیم وتربیت کے نظام کو صحیح خطوط پر رواں کردیا جائے جو آنے والے خطرات کا سدباب کرسکیں۔

اس غرض کے لیے ہم ایک ایسا مختصر سا سوالنامہ اکابر ملت اور ارباب فکر کی خدمت میں بھیج رہے ہیں تا کہ وہ اس معاملے میں ملت کی رہنمائی فرما سکیں۔

سوالات یہ ہیں:۔

١ یہ ایک عام تاثر ہے کہ ہماری موجودہ دینی درسگاہوں سے موثر علمی و دینی شخصیتوں کی آمد بند ہو رہی ہے۔ جناب کی نظر میں اس کے کیا اسباب ہیں؟

٢ موجودہ دینی مدارس کو دوبارہ مردم خیز اور امت کے لیے زیادہ نفع بخش بنانے کے لیے کون سے اقدامات آپ کی نظر میں ضروری ہیں۔

٣ محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہماری دینی درسگاہوں میں تعلیم و تعلم کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ براہ کرم نشاندہی فرمائیں کہ آپ کی نظر میں یہ مقصد ہے؟ اور اہل مدارس میں اس کا ایسا استحضار کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے جوان کے فکر و عمل پر اثر انداز ہو سکے؟

یہ سوالنامہ ہم اکابر ملت کی خدمت میں بھیج رہے ہیں، ان کے جو جوابات موصول ہوں گے انشاء اللہ انہیں البلاغ میں شائع کیا جائے گا، اس کے علاوہ دوسرے قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ ان سوالات پر غور فرمائیں اور اگر کوئی مفید بات ذہن میں آئے تو اسے تحریر کر کے ہم تک پہنچا دیں۔

البلاغ ایسی تمام تجاویز کا خیر مقدم کرے گا۔ خدا کرے کہ اس طرح ہم کسی مفید نتیجے تک پہنچ سکیں۔ بات ہم نے شروع کر دی ہے، اسے آگے بڑھائیے، اسے اپنی سوچ بچار، گفتگو اور تبادلہ خیال کا موضوع بنائیے، یہاں تک کہ یہ زندگی کی اولین تڑپ کی صورت اختیار کر لے۔

وما علینا الا البلاغ

محمد تقی عثمانی

۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ البلاغ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گزارش: (اس برقی نشریات کو زیادہ سے زیادہ ائمہ حضرات اور عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش کریں، یہ نیکی اور خیر کے کاموں میں تعاون ہوگا۔)

ادارہ کی معاونت کیجیے

عطیہ کے لیے اس بٹن کو دبائیں

کلک کیجیے اور ہمارا یوٹوب
چینل سبسکرائب کیجیے۔

کلک کیجیے اور ہمارا ٹیلی گرام
چینل جوائن کیجیے۔

کلک کیجیے اور ہمارا واٹس ایپ
چینل جوائن کیجیے۔

کلک کیجیے اور ہماری ویب
سائٹ ملاحظہ کیجیے۔